محمد وسیم اختر مفتی

عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین
کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۴

سیرت وعہد

امام المجتہدین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی نظری (hypothetical) اجتہاد نہ کیا۔ ایک روز عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ نماز کے لیے کم از کم کتنے کپڑوں کی ضرورت ہے؟ ایک یا دو؟ عمر منبر پر چڑھے اور سخت تنبیہ کی، آج کے بعد اگر میں نے کسی کو اس طرح کا جدل کرتے سنا تو اسے خوب پیٹوں گا۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے، آپس میں اختلاف نہ کرو! کیونکہ تمھارا اختلاف بعد کی نسلوں میں بڑھ چڑھ کر سامنے آئے گا۔ ابتداے اسلام ہی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرضی سوالات کرنے والوں کو لعنت ملامت کرتے تھے۔ خود کوئی راے بنانے سے پہلے وہ اجل صحابہ سے مشورہ کرتے حتیٰ کہ غبار چھٹ جاتا اور بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتاویٰ مشرق ومغرب ہر سو مانے جاتے ہیں۔ ابن مسعود کا ارشاد ہے، عمر جس راہ سے گزر جاتے، ہم اسے سہل اور ہموار پاتے۔

انھوں نے اپنے فیصلوں میں اضطرار (مجبوری ونا چاری) کا اصول بھی مد نظر رکھا۔ ایک عورت زنا کے جرم میں ان کے پاس لائی گئی۔ وہ پیاس سے تڑپتی ہوئی ایک چرواہے کے پاس سے گزری اور اس سے پانی مانگا۔ چرواہے

نے اس شرط پر پانی پلایا کہ وہ اپنا آپ اس کے حوالے کر دے۔عمر نے حد نافذ کرنے سے پہلے صحابہ سے مشورہ کیا۔حضرت علی نے راے دی،اسے مجبور کر دیا گیا تھااس لیے اسے حکم قرآنی 'فمن اضطرّ غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیه انّ اللّٰه غفور رحیم' اور جونا چار ہوا،اس حال میں کہ نافرمانی نہیں کی اور حد سے باہر نہ نکلا،اس پر کوئی گناہ نہیں۔اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے(بقرہ:۱۷۳) کی روشنی میں چھوڑ دیا جائے۔حاطب بن ابوبلتعہ کے غلاموں نے بنومزینہ کے ایک شخص کا اونٹ چوری کر لیا۔وہ عمر کے پاس لائے گئے تو انھوں نے چوری کا اقرار کر لیا۔عمر نے کہا، مجھے معلوم ہے حاطب اپنے غلاموں سے خوب کام لیتا ہے اور انھیں بھوکا پیاسا رکھتا ہے۔پھر مزنی سے دریافت کیا،تمھاری اونٹنی کی کیا قیمت ہوگی؟اس نے کہا،۴۰۰ درہم۔انھوں نے حاطب کے بیٹے عبدالرحمان سے کہا،اسے ۸۰۰ درہم دے دو اور حد نافذ نہ کی۔اضطرار کا تعین کرنے میں دو راییں ہو سکتی ہیں۔عین ممکن ہے، منصف جسے اضطرار سمجھ رہا ہے،اضطرار ہی نہ ہو۔عام طور پر عورت کو ڈرا دھمکا کر ہی زنا پر راضی کیا جاتا ہے،اس لیے یہ طے کر لینا کہ کس طرح کی تخویف اضطرار ہے،لازمی امر ہے۔

خلیفۂ ثانی فیصلہ کرتے وقت مدعی اور مدعا علیہ سے ایک جیسا سلوک کرتے۔ایک یہودی نے حضرت علی کے خلاف دعویٰ کیا تو انھوں نے ان دونوں کو برابر بٹھا دیا۔فیصلے کے بعد علی سے پوچھا،آپ کو برا تو نہیں لگا؟انھوں نے کہا،ہرگز نہیں۔البتہ آپ نے مجھے میری کنیت 'ابوالحسن' سے پکارا تو مجھے اندیشہ ہوا،کہیں جادۂ انصاف سے ہٹ نہ جائیں کیونکہ کنیت سے پکارنا تعظیم والتفات کی نشانی ہے۔

حضرت عمر کی فقاہت کا بڑا ثبوت ان مسائل میں ان کا اجتہاد ہے جہاں کتاب اللہ کی نص صریح موجود نہ تھی۔ ایک قضیے میں ترکے کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ ماں جایے بھائی کو حصہ مل گیا جب کہ سگے بھائی کے لیے مال ہی نہ بچا۔ بات عمر تک پہنچی تو انھوں نے کہا،یہ انصاف کے منافی ہے اور سگے بھائی کو حصہ دلایا۔عہد فاروقی میں طاعون کی وبا پھیلی تو بے شمار مسلمانوں کی جانیں چلی گئیں۔تب میراث کے مسائل پیدا ہوئے،ان میں سے کچھ بے حد پیچیدہ تھے۔ عمر خود شام پہنچے،انھیں یہ قضایا نپٹانے میں کئی ہفتے لگ گئے تاہم تمام فریق ان کے منصفانہ فیصلوں سے مطمئن تھے۔

شام وعراق سے جو غنیمتیں حاصل ہوتی رہیں،ان کا خمس (۱/۵) امیر المومنین کو بھیجا جاتا جب کہ ۴/۵ حصے فاتح فوجیوں میں بانٹ دیے جاتے۔۱۸ لاکھ کلومیٹر (ساڑھے تین کروڑ جریب) پر مشتمل عراق کا سرسبز میدانی علاقہ (جسے سواد عراق کہا جاتا ہے) مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اسے بھی اسی طرح تقسیم کرنے کی تجویز آئی۔عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی۔ان کا کہنا تھا،اگر یہ زمین فاتحین میں بانٹ دی گئی تو مسلمانوں کی اگلی نسلوں کے لیے کیا بچے گا؟

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا، اراضی بھی مال فے ہے اوراس پر غانمین کا حق ہے۔ جہاد میں حصہ لینے والے فوجی بھی سمجھتے تھے، عمران کا حق مار رہے ہیں۔ وہ تب بھی اپنی بات پر مصر رہے تو مشاورت کا فیصلہ ہوا۔ عبدالرحمابن عوف کی راے بیان ہو چکی، عثمان، طلحہ اور علی رضی اللہ عنہم نے عمر کی راے کو ترجیح دی۔ اوس کے پانچ اور خزرج کے پانچ اہل راے سے مشورہ کیا گیا۔ حضرت عمر سمجھتے تھے، اراضی تقسیم کرنے سے بہت سے لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے، حکومت کی ضرورتیں بقیہ ۱/۵ علاقے سے پوری نہ ہو سکیں گی، باشندگان کے چلے جانے اور فوج کے منتشر ہو جانے کی وجہ سے اسلامی مملکت کی سرحدات کی حفاظت دشوار ہو جائے گی اور زمین کے قابضین کو دوسری جگہ کھپانا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے انھوں نے اس زمین پر خراج لگانے کی تجویز پیش کی۔ ان کی راے قرآن وسنت کی کسی صریح نص پر مبنی نہ تھی، اس کی بجائے مسلمانوں کی منفعت عامہ ان کے پیش نظر تھی۔ مجلس شوریٰ کی اکثریت نے عمر کے حق میں فیصلہ دے دیا تو عثمان بن حُنیف انصاری کو سواد عراق کا والی مقرر کیا گیا۔ ان کے حسن انتظام سے محض کوفہ کا سالانہ خراج ۱۰ کروڑ درہم سے زیادہ وصول ہوا۔ شام کی فتح کے موقع پر بھی یہی سوال اٹھا، تب زبیر بن عوام اور بلال بن رباح نے مفتوحہ اراضی تقسیم کرنے پر زور دیا۔ سیدنا عمر نے اسی استدلال کی بنا پر اسے قابضین کے ہاتھ رہنے دیا۔ بے آباد زمین اسلامی حکومت کی ملکیت ٹھیری۔

عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں دانش اور پختگی ہونے کے ساتھ غریب رعایا سے ملاطفت جھلکتی تھی۔ وہ اہل ایمان کی نفسانی کم زوریاں دور کر کے ان کے اندرونی خیر کی نشو نما کرنا چاہتے تھے۔ ایک رات وہ مدینہ کی گشت پر تھے کہ کسی عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

الا سبیل الی خمر فاشربها

ام هل سبیل الی نصر بن حجاج

(کوئی طریقہ ہے کہ شراب مل جائے اور میں پی لوں؟ یا نصر بن حجاج کو پانے کی کوئی راہ بھی ہے؟)

صبح ہوئی تو عمر نے نصر کا پتا چلا کر اسے اپنے پاس بلا لیا۔ وہ خوب صورت بالوں والا ایک خوب رو نوجوان تھا۔ انھوں نے اس کے بال کٹوا دیے، اس کا چہرہ نمایاں ہوا تو وہ اور خوب صورت دکھائی دینے لگا۔ اسے عمامہ باندھا گیا تو اس کا حسن مزید نکھر گیا۔ عمر نے کہا، اب یہ ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔ اس کی ضروریات کا حساب لگا کر اسے کچھ رقم فراہم کی اور بصرہ رخصت کر دیا۔ کیا خوب صورت ہونا اس کا جرم تھا کہ اسے جلا وطن کر دیا جاتا؟ لیکن عمر مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کے ساتھ ان کے مربی بھی تھے۔ مدینہ کی عورتوں کو فتنے سے بچانے کے لیے انھوں نے یہ قدم

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اٹھایا۔ کسی اور شب کا ذکر ہے، انھوں نے کچھ خواتین کو باتیں کرتے سنا۔ ایک نے پوچھا، مدینہ میں سب سے زیادہ خوب صورت کون ہے؟ دوسری نے جواب دیا، ابوذئب۔ عمر نے اس کی بھی طلبی کر لی، وہ واقعی خوب صورت تھا۔ عمر نے کہا، اللہ کی قسم! تم سچ مچ ذئب (عورتوں کا شکار کرنے والا بھیڑیا) ہو۔ بات ابوذئب کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے خود ہی کہا، مجھے بھی بصرہ بھیج دیا جائے۔

ایک رات ایک عورت اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کو کہہ رہی تھی۔ بیٹی نے کہا، اماں! عمر نے اس سے منع کیا ہے۔ ماں نے کہا، اس ظلمت شب میں عمر کہاں سے آئیں گے؟ بیٹی نے کہا، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ صبح سویرے عمر نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا، تم میں سے کوئی اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟ عاصم مان گئے، اسی سنجوگ سے ام عاصم پیدا ہوئیں جو پانچویں خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز کی ماں ہوئیں۔ طلحہ بن عبیداللہ نے عمر کو رات کے وقت ایک گھر میں جاتے دیکھا۔ وہ کھوج لگانے کے لیے اندر گئے تو ایک معذور بڑھیا پائی۔ اس نے بتایا، یہ شخص میری ضرورتیں پوری کرنے آتا ہے۔ طلحہ خود سے یوں ہم کلام ہوئے، تیرا ناس ہو! تو عمر کی لغزشیں ڈھونڈ رہا ہے۔

عمر کا دروازہ تھا نہ دربان۔ نماز کے بعد کچھ دیر کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتے تاکہ کوئی ضرورت مند ان سے مل سکے۔ ایک دوپہر کو نیند محسوس ہوئی تو درخت کے نیچے لیٹ کر سو گئے۔ اتفاق سے قیصر روم کا سفیر آیا، انھیں دارالامارہ میں نہ پایا تو پوچھتا پچھاتا وہاں پہنچ گیا۔ انھیں کسی محافظ کے بغیر یوں تنہا سوئے ہوئے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا، میرا آقا ظلم کرتا ہے، اس لیے پہرے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ عدل و انصاف کرتے ہیں، اس لیے چین کی نیند سو رہے ہیں۔ سفر میں عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی خیمہ نصب نہ کیا جاتا، کسی درخت پر چادر ڈال کر سایہ کر لیتے، اونٹ کے پالان کا بستر بناتے اور اپنے سامان کے بیگ کو تکیے کے طور پر استعمال کر لیتے۔ سفر حج میں ان کے ۱۶ دینار خرچ ہو گئے تو بیٹے سے کہا، ہم نے بہت اسراف کر لیا۔

امیر المومنین کو ہر وقت اپنی رعایا کی فکر رہتی تھی۔ یہ ان میں حد درجہ پائی جانے والی خشیت الٰہی کا پرتو تھی۔ فرماتے تھے، اگر کنار فرات کوئی اونٹ (یا کتا) بھی بھوک سے مر گیا تو مجھے ڈر ہے، آل عمر سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اپنے گورنروں کی کارکردگی یہ سوالات پوچھ کر جانچتے، کیا وہ بیماروں کی تیمار داری کرتا ہے؟ غلاموں کی خبر گیری کرتا ہے؟ کم زور سے حسن سلوک کرتا ہے؟ کیا دروازے پر بیٹھتا ہے؟ (یعنی دربان تو نہیں مقرر کر رکھا؟) ان میں سے ایک سوال کا جواب بھی ناں میں ہوتا تو وہ گورنر کو معزول کر دیتے۔ خلیفۂ دوم غیر مسلموں سے شفقت سے پیش آتے۔ مدینہ میں ایک یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو سورۂ توبہ کی آیت 'انما الصدقات للفقراء والمساکین ...' (۶۰)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بلاشبہ صدقات (زکوٰۃ و خیرات) فقیروں، مسکینوں۔۔۔کا حق ہیں۔'' پڑھی اور کہا، یہ تو مسکین ہے چنانچہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔ سفر شام کے دوران میں بھی انھوں نے مال زکوٰۃ میں سے کئی غریب نصرانیوں کے وظیفے منظور کیے۔ شام کے ایک یہودی کی زمین ہتھیا کر مسجد بنا لی گئی تھی۔ امیر المومنین نے مسجد گرا کر زمین اس کے مالک کو واپس دلائی۔ لبنان کے پروفیسر شکری قرداحی کے مطابق ۱۹۳۳ء تک اس یہودی کے گھر کا لوگوں کو علم تھا۔ حضرت عمر نے غیر مسلم اہل جزیہ کے تین درجے مقرر کیے، مال دار، متوسط اور غریب۔ سال میں ایک بار لیے جانے والے جزیہ کی مقدار ایک خاندان کے ایک دن کے اخراجات کے مساوی تھی۔ عورتیں، بچے، بوڑھے، معذور، راہب اور ایک سال تک فوجی خدمت انجام دینے والے غیر مسلم اس سے مستثنیٰ تھے۔ عہد رسالتؐ سے غیر مسلموں سے دہری چنگی (۵٪) وصول کی جاتی تھی۔ سیدنا عمر ایک بار جمعے کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک تغلبی نصرانی نے انھیں روک کر چنگی والوں کی کوئی شکایت کی۔ انھوں نے ''نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا'' کہہ کر اپنا خطاب جاری رکھا۔ نصرانی کو ان کی بات سمجھ نہ آئی، وہ جز بز ہو کر سرحد پر واپس پہنچا تو عمر کا حکم پہلے سے پہنچ چکا تھا۔

خلیفۂ ثانی نے سکہ سازی سرکاری کنٹرول میں لے لی تھی۔ پرانے سکہ ساز ملازمت پر برقرار رکھے گئے۔ حکومت خود بھی سکے ڈھالتی، لوگ بھی اپنا سونا چاندی لا کر اجرت پر ڈھلائی کرا لیتے۔ مغرب کے کئی عجائب گھروں میں اس وقت کے سکے موجود ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی تعلیم عام کرنے کے لیے طلبہ کو وظائف دیتے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں عبداللہ بن مسعود تعلیم دیتے۔ انھیں خاص طور پر ہدایت تھی کہ قرآن بنو ہذیل کی طرز کی بجائے قریش کے فصیح لہجے میں پڑھیں۔ مسجد نبویؐ میں عقیل بن ابوطالب انساب اور ایام عرب کی تدریس کرتے۔ خلیفۂ دوم نے ابوالاسود دؤلی کو صرف و نحو مدون کرنے کا حکم دیا۔ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ہر عامل سے عہد لیتے، وہ ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھے گا، چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا، باریک کپڑے نہ پہنے گا اور لوگوں کی حاجتوں کے آگے دربان نہیں بٹھائے گا۔ وہ ہر فوجی دستے کے ساتھ ترجمان اور طبیب بھیجتے۔

انھوں نے گھوڑوں کی افزائش نسل کی خصوصی ہدایت کی، جانوروں کو خصی کرنے سے منع کیا۔ عمر انھیں منہ پر مارنے اور ان پر حد سے زیادہ بوجھ لادنے سے روکتے۔ فوجیوں کو بھیجے جانے والے گھوڑے نقیع کی چراگاہ میں رکھے جاتے اور صدقے کے اونٹوں کے لیے ربذہ اور شرف کے سبزہ زار مخصوص تھے۔

ایک دن سیدنا عمر نہا دھو کر جمعہ کی نماز کو جا رہے تھے کہ ایک گھر کی بالائی منزل کے پرنالے سے گندا پانی ان پر

گرا۔ مضرت عامہ کا مداوا کرنے کے لیے انھوں نے یہ پرنالہ اکھڑوا دیا۔ یہ گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کا تھا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب فرمایا تھا تو حضرت عباس کو اپنے کندھے پر چڑھا کر اسے دوبارہ اس کی جگہ لگوایا۔

حضرت عمر نے عورتوں کا مہر کم از کم رکھنے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے ان کو قبطی سوت سے بنے ہوئے کپڑے (قبطیہ) پہنانے سے منع کیا کیونکہ یہ ململ کی طرح باریک ہوتا تھا۔ جسم اگر اندر سے نہ جھلکتا تو بھی اس کی ہیئت نمایاں ہو کر رہتی۔

خلیفۂ ثانی نے قرضۂ حسنہ دینے کے لیے بیت المال میں ایک الگ شعبہ قائم کیا۔ اس بے سود قرضے سے کوئی کاروبار کرتا تو اس سے نصف منافع لیا جاتا۔ اگر خسارہ ہوتا تو وہ صرف اصل زر کا ضامن ہوتا۔ اس مد میں خود انھوں نے کئی بار قرض لیا، جب لوٹانے میں دیر ہوتی تو افسر بیت المال تقاضا کرتا اور انھیں فوراً ادائی کرنا پڑتی۔ وقت وفات سرکاری خزانے کو ان سے ۸۰ ہزار سے زائد درہم مطلوب تھے۔ انھوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی، یہ رقم فوری طور پر جمع کرائی جائے۔ معاقل (دیت و تاوان) کا نظام عہد نبویؐ (۱ھ) سے رائج تھا، عمر نے اس کو وسعت دی۔ کسی شخص سے اتفاقاً قتل ہو جاتا اور اسے خون بہا دینا ہوتا یا کوئی مسلمان دشمن کے ہاتھوں قید ہو جاتا تو اسے فدیہ دے کر چھڑانا ہوتا تو متعلقہ شخص کے غریب ہونے کی صورت میں اس کا قبیلہ یہ خطیر رقم (۱۰۰ اونٹ) ادا کرتا۔ عہد فاروقی میں متعلقہ چھاؤنی یا دیوان کے افراد اپنے رفیق کی مدد کو آتے۔

عمر کے داماد نے ان سے سوال کیا تو اسے جھڑک دیا۔ پوچھا گیا، آپ نے اسے رد کیوں کیا؟ فرمایا، اس نے مجھ سے اللہ کا مال مانگا تھا جس میں میں خیانت نہیں کر سکتا۔ میرا مال مانگا ہوتا تو اور بات ہوتی۔ پھر ۱۰ ہزار درہم اسے بھجوا دیے۔ حضرت عثمان فرماتے تھے، عمر اللہ کی رضا کے لیے اپنے اعزہ و اقارب کو محروم رکھتے تھے اور میں رضائے الٰہی کے حصول کے لیے انھیں عطیات دیتا ہوں۔

عمر میں غیرت ایمانی حد درجہ پر تھی۔ بشر نامی ایک منافق کا کسی یہودی سے جھگڑا ہوا تو ان دونوں کا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق راضی نہ ہوا، اس نے کہا، چلو! عمر بن خطاب کو حکم بناتے ہیں۔ یہودی نے ان کو بتایا، ہمارا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے لیکن یہ اس سے مطمئن نہیں۔ عمر نے بشر سے پوچھا، کیا یہی بات ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے کہا، تم یہیں کھڑے رہو، میں ابھی آتا ہوں۔ اندر سے تلوار سونت کر نکلے اور منافق کی گردن اڑا کر کہا، جو اللہ اور رسولؐ کے فیصلے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سے راضی نہ ہو، میں اس کا یہی فیصلہ کر سکتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قلبی تعلق اور ان کی محبت اس بات سے عیاں ہوتی ہے کہ فرمایا، میں نے کلثوم بنت علی مرتضیٰ سے نکاح کیا ہے حالانکہ مجھے عورتوں کی حاجت نہیں۔ اس لیے کہ میرا آپؐ سے نسبی تعلق قائم ہو جائے۔ ہو سکتا ہے، روز قیامت یہ آپؐ کے ارشاد کے مطابق میرے کام آ جائے۔

۱۳ھ میں حضرت عمر خلیفہ بنے، اس سال انھوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو اپنی جگہ امیر حج بنا کر بھیجا۔ پھر خلافت کے مسلسل ۱۰ سال وہ لوگوں کے ساتھ حج ادا کرتے رہے۔ ۲۳ھ میں اپنے آخری حج میں وہ امہات المومنین کو ساتھ لے کر گئے۔ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں ۳ عمرے کیے، رجب ۱۷ھ، رجب ۲۱ھ اور رجب ۲۲ھ میں۔ مقام ابراہیمؑ بیت اللہ سے متصل تھا، انھوں نے اسے ذرا پیچھے کر دیا جہاں یہ آج کل ہے۔ ۲۳ھ کے حج میں وہ منیٰ سے واپس ہوئے تو ریگزار (بطحاِ مکہ) میں ایک جگہ اونٹ کو بٹھایا، ریت کا ٹیلا سا بنا کر اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی، اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے، قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں (یا ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں) اور میری رعایا بڑھ گئی ہے، اس سے پیشتر کہ میں کوئی کمی و کوتاہی کروں مجھے اپنے پاس بلا لے۔ انھوں نے یہ دعا بھی مانگی، اللہ! میں تیری راہ میں شہید ہونا اور تیرے رسولؐ کے شہر میں دم دینا چاہتا ہوں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا عیسائی غلام ابولؤلؤہ فیروز فارسی عصبیت رکھتا تھا، مدینہ میں ایرانی غلاموں کو دیکھ کر اسے دکھ ہوتا۔ ایک بار اس نے حضرت عمر کو رستے میں روک لیا اور کہا، مغیرہ سے سفارش کریں کہ میرا لگان کم کر دیں۔ انھوں نے پوچھا، لگان ہے کتنا؟ اس نے بتایا، ۲ (یا ۴) درہم یومیہ۔ پھر سوال کیا، کام کیا کرتے ہو؟ وہ ترکھان، لوہار اور نقش گر تھا اور چکیاں بھی بناتا تھا، آخری کام ہی اس نے بتایا اور باقیوں کا ذکر نہ کیا۔ عمر نے پوچھا، کتنے کی چکی بنا لیتے ہو؟ اور کتنے کی بیچتے ہو؟ اس کی تفصیل سن کر انھوں نے کہا، تب تو خراج زیادہ نہیں۔ وہ رخصت ہونے لگا تو انھوں نے کہا، ہمیں ہوا سے چلنے والی چکی نہ بنا دو گے؟ اس نے جواب دیا، اگر میں زندہ رہا تو آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا کہ عالم شرق و غرب میں اس کی مثال دی جایا کرے گی۔ عمر نے کہا، اس نے مجھے دھمکی دی ہے۔ یہاں سے ابولؤلؤہ ہرمزان اور جفینہ کے پاس پہنچا اور ان سے ایک خنجر مستعار لیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ گھبرایا اور خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا تاہم انھیں اس کے عزائم کا اندازہ نہ ہو سکا۔ اگلے روز کعب احبار امیر المومنین کے پاس آئے اور کہا، ۳ دنوں میں آپ وفات پا جائیں گے۔ انھوں نے پوچھا، تمھیں کیسے پتا چلا؟ کعب نے بتایا، میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ عمر حیرت سے بولے، اللہ رے! تو نے عمر بن خطاب کا ذکر تورات میں پا لیا؟ انھوں

نے کہا، نام تو نہیں لیکن حلیہ اور صفات آپ ہی کی ہیں۔ عمر خاموش ہو گئے اور کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ جب کعب نے کہا، آپ دعا کریں، ہو سکتا ہے، اللہ آپ کو اور مہلت دے دے تو انھوں نے اللہ سے التجا کی، مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ مجھ میں کوئی وہن ہو نہ نشانۂ ملامت بنوں۔ شہادت سے پہلے انھوں نے خواب دیکھا، ایک سرخ مرغ نے ان کو ٹھونگے مارے ہیں۔ انھوں نے اس کی یہی تعبیر سمجھی کہ کوئی عجمی ان کو قتل کرے گا۔

بدھ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کی فجر ہوئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے مسجد نبویؐ میں آئے۔ ابھی صفیں سیدھی نہ ہوئی تھیں کہ ابولؤلؤہ نے کٹار سے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس نے چھ وار کیے، ایک زیر ناف لگا جو مہلک ثابت ہوا۔ عمر چلائے، اس کتے کو پکڑو! اس نے مجھے قتل کر دیا ہے اور قرآن کی آیت ''وکان امر اللہ قدراً مقدوراً، اللہ کا حکم وہ تقدیر ہے جو پوری ہو کر رہتی ہے'' (احزاب ۳۸) پڑھتے ہوئے گر پڑے۔ لوگ اس کی طرف لپکے، اس نے خنجر گھمایا اور ۱۲ مزید افراد کو شدید زخمی کر دیا جن میں سے ۶ (یا ۹) اسی موقع پر شہید ہو گئے، باقیوں نے بعد میں جان دی۔ عبد اللہ بن عوف نے اس پر اپنا چغہ ڈال کر اسے قابو کیا۔ گرفت میں آنے سے پہلے وہ اپنے خنجر پر گرا اور اپنی جان بھی لے لی۔ عمر کو معلوم ہوا کہ ان کا قاتل ابولؤلؤہ ہے تو فرمایا، اللہ کا شکر ہے، میں ایسے شخص کے ہاتھوں مارا جا رہا ہوں جس نے اللہ کے حضور ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔ وہ کلمۂ لا الٰہ پڑھ کر میرے خلاف کوئی حجت نہیں پیش کر سکتا۔ اسی ہنگامے میں دن چڑھنے کو تھا کہ انھوں نے عبد الرحمان بن عوف کو بلا کر نماز پڑھانے کو کہا۔ عبد الرحمان نے سورۂ عصر اور سورۂ کوثر (یا نصر و عصر) کی تلاوت کر کے مختصر نماز پڑھائی۔ عمر بے ہوش ہو گئے تو انھیں اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ ہوش میں آتے ہی دوبارہ تسلی کی کہ اہل ایمان نماز پڑھ چکے ہیں؟ فرمایا، اس شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں جس نے نماز ضائع کی پھر خود بھی اسی حال میں وقت پر نماز ادا کی کہ زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ انھوں نے زندگی کی باقی دو نمازیں بھی انھی کپڑوں میں ادا کیں۔ سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس آئے تو ان سے کہا، منادی کرا کے لوگوں سے پوچھو! کیا یہ قاتلانہ حملہ ان کے مشورے سے ہوا ہے؟ سب نے اس عمل شنیع سے اللہ کی پناہ مانگی اور کہا، ہم تو دعا گو ہیں اللہ ہماری عمر بھی آپ کو لگا دے۔ اب بنو حارث کا طبیب آیا، اس نے عمر سے مشورہ کر کے انھیں نبیذ (شربت کھجور) پلائی تو وہ زخموں سے باہر نکل آئی، دوسرا طبیب ابو معاویہ سے تھا، اس نے دودھ دیا تو وہ بھی خارج ہو گیا۔ انھیں بتا دیا گیا، جانبری کی امید نہیں۔ رات ہونا بھی مشکل ہے، جو ضروری کام نمٹانا چاہتے ہیں نمٹا لیں۔ انھوں نے لوگوں کو اپنے پاس رونے پیٹنے سے منع کر دیا۔ میری ماں ہلاک ہو، اگر اللہ میری بخشش نہ کرے۔

خلیفۂ ثانی نے اپنے قرض کے بارے میں پوچھا۔ انھیں بتایا گیا، ان کے ذمہ ۸۶ ہزار درہم واجب الادا ہیں تو

اپنے بیٹوں کو اپنا مال بیچ کر فوراً قرض اتارنے کی وصیت کی۔ کہا، اگر آل عمر سے ادا نہ ہوا تو بنو عدی بن کعب سے لینا، اگر ان سے بھی پورا نہ ہوا تو قریش سے وصول کرنا، ان کے بعد کسی سے نہ مانگنا۔ عبداللہ بن عمر نے ایک ہفتے کے اندر اندر یہ قرضہ چکا دیا۔ ایک نصرانی (یا مجوسی) غلام کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنے کی وجہ سے انھیں اندیشہ ہوا کہ غیر مسلم شہری انتقام کا نشانہ نہ بن جائیں اس لیے غیر مسلموں سے حسن سلوک کی خاص طور پر تاکید کی۔ ابتدائے خلافت میں حضرت عمر نے مرتدین کے جنگی قیدی ان کے کنبوں میں واپس بھیج دیے تھے۔ وقت شہادت بھی وہ بے بس غلاموں کو نہ بھولے۔ انھوں نے اپنے سارے غلام آزاد کرنے کا اعلان کرنے کے ساتھ باقی تمام عرب قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم بھی دیا۔ ان کا بدل بیت المال سے ادا کیا گیا۔ جانشینی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ مشاورت کے لیے انھوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلایا تو وہ سمجھے، خلافت مجھے سونپنا چاہتے ہیں۔ کہا، واللہ! میں اس کام میں نہ پڑوں گا۔ عمر کئی بار کہہ چکے تھے، اگر ابوعبیدہ بن جراح یا ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتے تو انھیں بے دھڑک خلیفہ مقرر کر دیتا۔ حضرت علی کو ترجیح دینے کے باوجود نامزد نہ کیا کیونکہ وہ ان کے سسر تھے۔ آخرکار فرمایا، ان ۶ آدمیوں کو بلاؤ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے راضی تھے۔ یہ اصحاب عشرۂ مبشرہ میں سے ۶ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف تھے۔ عمر نے ان میں سے ساتویں زندہ صحابی سعید بن زید کو اس وجہ سے خارج کر دیا کہ وہ ان کے قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام لیتے ہوئے بطور خاص فرمایا، میں نے انھیں ان کے کسی قصور یا خیانت کی وجہ سے معزول نہ کیا تھا۔ طلحہ اس وقت مدینہ میں موجود نہ تھے۔ عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس شرط پر شامل کیا کہ وہ منتخب نہ کیے جائیں۔ ان کو ہدایت کی، ووٹ برابر ہونے کی صورت میں اپنا فیصلہ کن ووٹ اس بزرگ کو دیں جسے عبدالرحمان منتخب کرنا چاہتے ہوں۔ خلیفہ کا انتخاب ہونے تک صہیب بن سنان کو امام مقرر کیا۔ انھوں نے ابوطلحہ انصاری کو اپنا نائب بنا کر حکم دیا، کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس گھر کے دروازے پر پہرہ دینا جہاں خلیفہ کا انتخاب ہو رہا ہو۔ کسی کو اندر نہ جانے دینا اور مجلس انتخاب کو ۳ دن سے زیادہ مہلت نہ دینا۔ اگر کسی نے مسلمانوں کی مرضی کے بغیر ان پر مسلط ہونے کی کوشش کی تو اس کی گردن اڑا دینا۔

عمر نے اپنے جانشین کو وصیت کی، مہاجرین کے حقوق کا خیال رکھے، انصار سے اچھا برتاؤ کرے، اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دے۔ شہریوں سے زیادہ ٹیکس نہ لے، بدوؤں سے حسن سلوک کرے، ان کی زکوٰۃ انھی کے فقرا میں بانٹ دے۔ ذمیوں سے کیے ہوئے معاہدے پورا کرے، ان کی حفاظت کرے اور ان پر زیادہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بوجھ نہ ڈالے۔انھوں نے خواہش کی،ان کے مقرر کردہ گورنر ایک سال تک برقرار رکھے جائیں۔بعدازاں حضرت عثمان نے اس ہدایت پر عمل کیا۔حضرت عمر نے دادا اور کلالہ کی وراثت کے بارے میں اپنی راے شانے کی ایک ہڈی (scapula) پر تحریر کر رکھی تھی۔شاید انھیں اس پر پورا اطمینان نہ تھا اس لیے اپنے بیٹے سے کہہ کر وہ ہڈی منگوائی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی تحریر مٹائی۔خلیفۂ دوم نے عبداللہ کو ام المومنین سیدہ عائشہ کے پاس بھیجا اور فرمایا،ان سے کہنا،عمر سلام کہتا ہے،امیر المومنین نہ بولنا۔پھر ان سے اجازت مانگنا،انھیں ان کے دونوں ساتھیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کرنے کی اجازت دے دی جائے۔حضرت عائشہ اپنے حجرے میں بیٹھی رو رہی تھیں۔ عمر کی درخواست سن کر فرمایا،وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن اب عمر کو اپنے پر ترجیح دوں گی۔عمر نے عبداللہ سے کہا،میری میت جب حجرۂ عائشہ پہنچے تو دوبارہ اذن مانگنا۔اگر انھوں نے اس وقت منع کر دیا تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفنا دینا۔انھوں نے میت کو مشک لگانے سے منع کیا۔

آخری لمحات میں حضرت عمر پر خشیت الٰہی پوری طرح غالب آ گئی۔انھوں نے بار بار کہا،اگر پوری زمین میری ملک ہوتی تو اسے آنے والی ہولناکی کے بدلے فدا کر دیتا۔پھر بستر سے ہاتھ بڑھا کر ایک تنکا اٹھایا اور کہا،کاش میں یہ تنکا ہی ہوتا اور میری ماں مجھے نہ جنتی۔عبداللہ بن عباس نے تسلی دی،آپ نے کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کیے اور انصاف سے تقسیم کی۔عمر نے فرمایا،اس بات کی شہادت دو۔حاضرین میں سے کسی نے کہا،آپ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا،میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔انھوں نے پس وپیش کی تو انھیں ڈانٹا۔ جب ان کے حکم کے مطابق رخسار زمین سے لگا دیا گیا تو پاؤں رگڑ کر آہ وزاری کی،میری ماں ہلاک ہو اگر اللہ نے میری بخشش نہ کی۔بار بار یہ الفاظ ان کے منہ سے نکل رہے تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بدھ ۲۶ ذی الحجہ (ابن کثیر: ہفتہ) کی شام سیدنا عمر نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔جمعرات ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ (ابن کثیر کے خیال میں اتوار یکم محرم ۲۴ھ) کی صبح ان کا جنازہ حجرۂ عائشہ میں لے جایا گیا تو انھوں نے دوبارہ اجازت دی،سلامتی سے آ جایئے۔حضرت صہیب بن سنان نے مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھائی۔عصا سے عمر کا قد ماپ کر قبر کھودی گئی،حضرت ابوبکر کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر تھا،حضرت عمر کا ان کے کندھوں کے برابر رکھا گیا۔یوں جگہ تنگ ہو گئی تو حجرے کی دیوار میں نقب لگا کر پاؤں رکھے گئے۔ولید بن عبدالملک کے عہد میں یہ دیوار گری تو حضرت عمر کا پاؤں نظر آنے لگا۔حضرت صہیب،حضرت علی،حضرت عثمان،حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر نے میت کو قبر میں اتارا۔طلحہ بن عبیداللہ تدفین میں بھی شامل نہ ہو سکے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے آلۂ قتل چھرا بتایا جو انھوں نے پہلے ہرمزان اور جفینہ کے پاس دیکھا پھر حضرت عمر کی شہادت کے وقت ابولؤلؤہ کے پاس سے ملا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر کے بیان کے مطابق وہ دو دھاری خنجر (کٹار) تھا جو ابولؤلؤہ کے ہاتھ سے اس وقت گرا تھا جب وہ ہرمزان اور جفینہ سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ یہی زیادہ مشہور ہے۔ عبیداللہ بن عمر نے قتل کی سازش میں ان دونوں کی شرکت کا سنا تو گلے میں تلوار لٹکا کر نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے ہرمزان کو بلا کر اس پر وار کیا، اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے جان دی پھر پیشانی پر تلوار چلا کر جفینہ کو قتل کیا۔ عبیداللہ نے جوش غضب میں ابولؤلؤہ کی چھوٹی بچی بھی مار ڈالی جو مسلمان تھی اور کہا، یہ اجنبی فساد کی جڑ ہیں۔ وہ مدینہ میں موجود تمام عجمیوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے کہ عبدالرحمان بن عوف اور دوسرے اہل ایمان نے انھیں قابو کر کے قید کر دیا۔ سیدنا عثمان نے خلیفہ بنتے ہی عبیداللہ کو بلایا، وہ انھیں قصاص میں قتل کرنا چاہتے تھے کیونکہ انھوں نے دو مسلمانوں اور ایک ذمی کی جان لی تھی۔ حضرت علی نے ان کی تائید کی لیکن باقی مسلمانوں نے کہا، کل عمر شہید ہوئے، آج ان کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے؟ عمرو بن عاص نے مشورہ دیا، یہ قتل خلیفۂ ثالث کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے ہو چکے تھے اس لیے ان پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ پھر بھی حضرت عثمان نے ہرمزان کے بیٹے سے قصاص لینے کو کہا لیکن اس نے معاف کر دیا۔ انھوں نے جفینہ اور ابولؤلؤہ کی بیٹی کی دیت اپنی جیب سے ادا کر دی۔

محمد حسین ہیکل کہتے ہیں، محض ابولؤلؤہ کے خراج کا زیادہ ہونا اور عمر کا اس کی سفارش نہ کرنا ان کی جان لینے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ ایک ایرانی نے عمر کو قتل کی دھمکی دی، ایک یہودی نے انھیں تنبیہ کی اور اس سازش کے پس منظر میں ایک اور ایرانی اور ایک عیسائی شریک تھے۔ اس طرح یہ عمر رضی اللہ عنہ کو منظر سے ہٹا کر مسلمانوں کی جمعیت منتشر کرنے کا سہ فریقی منصوبہ تھا جو فوری طور پر کامیاب نہ ہوا۔ مسلمانوں میں خانہ جنگی ہوئی اور خلافت کا شیرازہ بکھر گیا تو یہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

مجلس انتخاب کا اجلاس ہوا تو اولاً یہ معلوم کیا گیا کہ کون خلیفہ بننے کی خواہش نہیں رکھتا۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کے علاوہ باقی چاروں اصحاب رسولؐ یہ منصب نہ چاہتے تھے۔ زبیر علی کے اور طلحہ عثمان کے حق میں دست بردار ہو گئے، سعد نے اپنا اختیار عبدالرحمان کو سونپ دیا جو خود بھی پیچھے ہٹ چکے تھے۔ انھی کی ذمہ داری لگی کہ وہ عثمان و علی میں سے ایک کو منتخب کر لیں۔ بنو ہاشم حضرت علی کو خلیفہ بنانے چاہتے تھے جب کہ قریش کی باقی شاخیں چاہتی تھیں، نبوت و خلافت ایک ہی خاندان میں اکٹھی نہ ہوں۔ عبدالرحمان نے ممکن حد تک سب اہل ایمان سے مشورہ کیا، انفرادی اور اجتماعی طور پر، پوشیدہ اور علانیہ حتیٰ کہ وہ عورتوں، بچوں اور مدینہ میں وارد ہونے والے مسافروں کے پاس بھی گئے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ایک جم غفیر نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تو انھوں نے بھی یہی فیصلہ کر لیا۔ اعلان کرنے سے پہلے انھوں نے انھوں نے حضرت علی سے پوچھا، اگر آپ کو خلافت نہ ملی تو آپ کے خیال میں یہ ذمہ داری کسے اٹھانی چاہیے؟ انھوں نے جواب دیا، عثمان کو۔ یہی بات انھوں نے حضرت عثمان سے پوچھی تو انھوں نے حضرت علی کا نام لیا۔ انھوں نے ان دونوں سے اقرار لیا کہ وہ منتخب خلیفہ کی پوری اطاعت کریں گے۔ منبر رسولؐ پر چڑھ کر ان دونوں سے پھر پوچھا، کیا وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ اور شیخین ابوبکر و عمر کے عمل کے مطابق کام کریں گے؟ ان کے اقرار کے بعد عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عثمان کا ہاتھ تھاما، آسمان کی طرف سر اٹھا کر اللہ کو گواہ بنایا اور کہا، میں نے یہ ذمہ داری عثمان کو سونپ دی ہے۔ بیعت عامہ اس کے بعد ہوئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۰ سال ہوئی، ۵۳ سے لے کر ۶۳ سال تک مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ ان کا دور خلافت ۱۰ سال ۵ مہینے ۲۱ (دوسرا قول: ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ دن) دن رہا۔ انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں تین شادیاں کیں، (۱) زینب بنت مظعون جن سے عبداللہ، عبدالرحمان (اکبر) اور حفصہ پیدا ہوئے۔ (۲) ملیکہ بنت جرول جن سے عبیداللہ اور زید (اصغر) نے جنم لیا۔ ملیکہ نے اسلام قبول نہ کیا اور نکاح فسخ ہونے کے بعد ابوجہم بن حذیفہ سے شادی کر لی۔ ابن سعد نے ان کا نام کلثوم بنت جرول بتایا ہے۔ (۳) قریبہ بنت ابوامیہ جو بے اولاد اور غیر مسلم رہیں۔ بعد میں عبدالرحمان بن ابوبکر کی زوجیت میں آئیں۔ قبول اسلام کے بعد عمر کی ۴ شادیاں ہوئیں۔ (۱) ام حکیم بنت حارث جن سے فاطمہ کی ولادت ہوئی۔ کہا جاتا ہے، ان کو طلاق دے دی تھی۔ (۲) جمیلہ بنت ثابت جن کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ سے تبدیل کر کے جمیلہ رکھا تھا۔ ان سے عاصم متولد ہوئے۔ انھیں بھی طلاق دے دی (۳) ام کلثوم جو حضرت علی اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کی بیٹی تھیں۔ ان سے زید (اکبر) اور رقیہ پیدا ہوئے۔ (۴) عاتکہ بنت زید جو عمر سے پہلے عبداللہ بن ابوبکر سے اور ان کی شہادت کے بعد زبیر بن عوام سے بیاہی گئیں۔ ان سے عیاض متولد ہوئے۔ یمن سے تعلق رکھنے والی لھیّہ ام ولد تھیں، ان سے عبدالرحمان (اوسط) نے جنم لیا۔ عبدالرحمان (اصغر) دوسری ام ولد سے پیدا ہوئے۔ فکیہہ بھی ام ولد تھیں، ان سے عمر کی سب سے چھوٹی بیٹی زینب کی ولادت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت ابوبکر کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا، آپ سخت زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ حضرت عائشہ کی ترغیب پر بھی آمادہ نہ ہوئیں۔

حضرت عمر بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔ ان کی انگوٹھی پر نقش تھا، کفی بالموت واعظاً یا عمر، اے عمر! موت کا نصیحت گر ہونا ہی کافی ہے۔ کپڑوں پر اکثر و بیشتر چار چار رنگ برنگے پیوند لگے ہوتے۔ سائب بن یزید کہتے ہیں، قحط کے سال

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

میں نے ان کے تہ بند پر ۱۶ پیوند گنے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''اگر میرے بعد نبی آنا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔'' (ترمذی:۳۶۸۶) کچھ صحابہ کا خیال تھا، علم کا ۹/۱۰ حصہ عمر کے پاس اور باقی ۱/۱۰ دوسرے لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ نے کسی کے استفسار پر بتایا، عمر کو فاروق کا لقب نبی صلی اللہ علیہ سلم نے عطا فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد ہے، ''اللہ نے عمر کی زبان اور ان کے دل پر حق جاری کر دیا ہے۔'' (ترمذی:۳۶۸۲) آپؐ نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا، ''شیطان تم سے ڈرتا ہے، عمرؓ!'' (ترمذی ۳۶۹۰) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''میرے دو وزیر آسمانوں میں رہتے ہیں اور دو وزیروں کا تعلق زمین سے ہے۔ آسمانی وزیر جبریل و میکائیل اور زمینی ابوبکر و عمر ہیں۔'' (ترمذی:۳۶۸۰، سند میں ضعف ہے) یہ فرمان نبویؐ تو ہر مسلمان نے جمعہ کے خطبات میں سنا ہوگا، ''میری امت میں امت کا سب سے بڑھ کر ترس کھانے والے ابوبکر ہیں اور ان میں اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ شدت رکھنے والے عمر ہیں۔'' (مسند احمد:۱۳۹۹۰) حذیفہ بن یمان روایت کرتے ہیں، ہم ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا، ''میں نہیں جانتا، میں تمھارے ساتھ کتنی دیر رہ پاؤں گا۔ میرے بعد ان دونوں کی پیروی کرنا۔'' آپؐ نے ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسند احمد:۲۳۲۷۶) یہ وہ عمر تھے جنھوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنی آدھی جائیداد دے دی تھی اور خیبر میں زرخیز زمین خرید کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے اسے وقف کر دیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنے قبیلے کے کسی شخص کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش میں شریک نہ ہونے دیا۔ غزوۂ بدر میں بھی ان کے قبیلے کا ایک کافر بھی نہ آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''میں ابوبکر کے بعد اس امت کے بہترین آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ فرمایا، وہ عمر ہیں۔ (مسند احمد:۸۳۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''میں (خواب کے اندر) جنت میں داخل ہوا تو ایک محل دیکھا، پوچھا، یہ کس کا ہے؟ فرشتوں نے بتایا، یہ عمر کا ہے۔'' (مسلم ۶۱۹۸)

عمر کے چند اقوال: قوت کار اسی میں ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ٹالو۔ امانت اس چیز کا نام ہے کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف نہ ہو۔ اللہ سے ڈرو! تقویٰ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسی کو بچاتا ہے۔ عمر کو معلوم ہوا، قریش کے کچھ افراد لوگوں سے ملنے جلنے سے کتراتے ہیں تو فرمایا، آپس میں ملاقاتیں کرتے رہو اور اپنی نشستیں عام کر دو۔ اسی طرح تمھاری باہمی الفت برقرار رہ سکتی ہے۔ کسی شخص کا ذکر ان کے سامنے یوں ہوا، وہ اتنا صاحب فضل ہے کہ برائی کو جانتا تک نہیں۔ کہا، تب تو ضرور برائی میں جا پڑے گا۔

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، الاستیعاب

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (شاہ ولی اللہ دہلوی)، الفاروق عمر (محمد حسین ہیکل)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: ڈاکٹر حمید اللہ)

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com